AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com
Vol. 2, No.1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

عرف کے تغیر اور فتویٰ کی تبدیلی: جنوبی ایشیا کے منتخب فقہی فتاویٰ کا تقابلی مطالعہ

Changing Custom and the Adaptation of Fatwa: A Comparative Study of Selected Juristic Opinions in South Asia

Dr Waleed Khan
Lecturer, Institute of Arabic & Islamic Studies
GC Woman university Sialkot
Email: waleedkhan764110.wk@gmail.com
Dr. Muhammed Abid Nadeem
Associate Professor, Department of Arabic and Islamic Studies, GC University Lahore
Email: muhammadabid36@hotmail.com
dr.mabidnadeem@gcu.edu.pk
Dr. Muhammad Zia Ullah
Assistant Professor, Department of Islamic Studies
NCBA&E, DHA Campus, Lahore
Email: zianoorani@gmail.com

ABSTRACT
This study examines how changing custom ('urf) has shaped the revision of fatwas in South Asia through a comparative analysis of selected juristic opinions. Starting from the classical principle, articulated by al-Qarafi, Ibn al-Qayyim, and Ibn 'Abidin, that rulings grounded in custom vary with custom while the underlying textual evidence remains constant, the paper asks how, and within what limits, South Asian muftis from the Deobandi and Barelwi traditions have applied this principle in the modern period. Three case studies structure the analysis: the permissibility of remuneration for teaching the Qur'an and leading prayer, where later Hanafi jurists departed from the early position after public stipends disappeared; the juristic treatment of paper currency, where the notion of money shifted from intrinsic to conventional value while the prohibition of riba was retained; and the dissolution of marriage for women whose husbands are missing or neglectful, where Ashraf 'Ali Thanawi's al-Hila al-Najiza drew on Maliki opinions and stands in the background of the Dissolution of Muslim Marriages Act of 1939. Employing a descriptive, analytical, and comparative method, and a thesis, evidence, counterargument, and synthesis structure, the study distinguishes between a change of ruling and a change in the application of an unchanged ruling, and identifies three recurrent safeguards: confinement of change to rulings founded on custom, verification that the new custom is sound and consistent with the objectives of the shari'a, and the presence of genuine necessity or hardship. The paper also addresses the objections that custom invites expediency and that muftis, as followers of a school, cannot depart from its positions. It concludes that the South Asian fatwa tradition has treated custom as a disciplined instrument of adaptation rather than an independent source of legislation, and recommends systematic documentation of custom, collective deliberation, and transparent reasoning in fatwa institutions.
Keywords: Custom ('Urf); Fatwa; Change of Rulings; Hanafi Fiqh; South Asia

تعارف

شریعتِ اسلامیہ کے احکام کی دو سطحیں ہیں: ایک وہ جو نصوص کے ذریعے ثابت اور غیر متبدل ہیں، اور دوسری وہ جو اپنی تطبیق میں زمان، مکان، احوال اور رواجِ انسانی کے ساتھ مربوط ہیں۔ اسی دوسری سطح کے لیے اسلامی فقہ نے عرف وعادت کا تصور وضع کیا، اور اسی سے وہ معروف اصول نکلا جسے ابن قیمؒ نے فتویٰ کے زمانوں، مقامات،

احوال، نیتوں اور رواجوں کے ساتھ بدلنے کے عنوان سے بیان کیا۔[1] برصغیر میں یہ مسئلہ محض نظری نہیں رہا؛ نوآبادیاتی دور میں سکوں اور کاغذی نوٹ کے رواج، جدید ریاستی قانون کے قیام اور علما کی ادارہ جاتی تنظیم نے فتویٰ نویسی کے سامنے ایسے سوالات کھڑے کیے جن کا جواب محض نقلِ عبارت سے ممکن نہ تھا۔

زیرِ نظر مقالے کا مرکزی اشکال یہ ہے کہ جنوبی ایشیا کے فقہی فتاویٰ میں عرف کے تغیر کو کس حد تک اور کن ضوابط کے تحت فتوے کی تبدیلی کی بنیاد بنایا گیا، اور اس باب میں دیوبندی اور بریلوی دارالافتاء کے مناہج میں کہاں اشتراک اور کہاں اختلاف ہے؟ اس سے تین ذیلی سوالات پیدا ہوتے ہیں: اول، عرف کی حجیت اور تغیرِ فتویٰ کے نظری اصول کیا ہیں اور ان کی حدود کیا ہیں؟ دوم، منتخب مسائل میں، یعنی تعلیمِ قرآن پر اجرت، کاغذی کرنسی اور عورت کی تفریقِ نکاح، متقدمین کا موقف کیا تھا اور جنوبی ایشیا کے فتاویٰ نے اس میں کیا تبدیلی کی؟ سوم، کیا یہ تبدیلی احکام کی تبدیلی ہے یا ان کی تطبیق کی تبدیلی؟

منہجِ تحقیق تقابلی، تحلیلی اور استقرائی ہے۔ نظری بنیاد کے لیے ابن عابدین، قرافی، ابن قیم اور شاطبی کے مباحث سے استفادہ کیا گیا ہے،[2] جبکہ جنوبی ایشیائی تناظر کے لیے اشرف علی تھانوی، احمد رضا خان بریلوی اور محمد تقی عثمانی کی تصانیف، اور میٹکاف، سانیال اور زمان جیسے محققین کی تاریخی تحقیقات کو مدار بنایا گیا ہے۔[3] استدلال کی ترتیب مقدمہ، شواہد، معارضہ اور ترکیبی نتیجے پر رکھی گئی ہے۔

سابقہ تحقیقات میں احمد فہمی ابو سنہ اور مصطفیٰ الزرقا نے عرف کی فقہی حیثیت کو منضبط کیا،[4] وائل حلاق نے فتووں کے ذریعے فقہی فروع کی نمو اور تغیر کی نظری توضیح پیش کی،[5] اور مسعود، میسک اور پاورز نے مفتی اور فتویٰ کے سماجی کردار کا مطالعہ کیا۔[6] تاہم راقم کی دسترس میں آنے والے ذخیرے میں جنوبی ایشیا کے منتخب فتاویٰ کو عرف کے

---

[1] محمد بن ابی بکر ابن قیم جوزیہ، اعلام الموقعین عن رب العالمین، تحقیق مشہور بن حسن آل سلمان (دمام: دار ابن الجوزی، 1423ھ)، فصل تغیر الفتویٰ واختلافھا۔

[2] محمد امین ابن عابدین شامی، نشر العرف فی بناء بعض الاحکام علی العرف، مشمولہ مجموعۃ رسائل ابن عابدین (بیروت: دار احیاء التراث العربی، س ن)، نشر العرف؛ شہاب الدین احمد بن ادریس قرافی، الاحکام فی تمییز الفتاویٰ عن الاحکام وتصرفات القاضی والامام، تحقیق عبد الفتاح ابو غدہ (بیروت: دار البشائر الاسلامیۃ، 1995ء)؛ ابراہیم بن موسیٰ شاطبی، الموافقات فی اصول الشریعۃ، تحقیق مشہور بن حسن آل سلمان (الخبر: دار ابن عفان، 1997ء)، مباحثِ عوائد۔

[3] اشرف علی تھانوی، الحیلۃ الناجزۃ للحلیلۃ العاجزۃ (کراچی: دار الاشاعت، س ن)؛ احمد رضا خان بریلوی، فتاویٰ رضویہ (لاہور: رضا فاؤنڈیشن، 2004ء)؛ محمد تقی عثمانی، بحوث فی قضایا فقہیۃ معاصرۃ (دمشق: دار القلم، 2003ء)؛ Barbara D. Metcalf, *Islamic Revival in British India: Deoband, 1860–1900* (Princeton, NJ: Princeton University Press, 1982)؛ Usha Sanyal, *Devotional Islam and Politics in British India: Ahmad Riza Khan Barelwi and His Movement, 1870–1920* (Delhi: Oxford University Press, 1996)؛ Muhammad Qasim Zaman, *The Ulama in Contemporary Islam: Custodians of Change* (Princeton, NJ: Princeton University Press, 2002)۔

[4] احمد فہمی ابو سنہ، العرف والعادۃ فی رای الفقہاء (قاہرہ: مطبعۃ الازہر، 1947ء)؛ مصطفیٰ احمد الزرقا، المدخل الفقہی العام (دمشق: دار القلم، 1998ء)۔

[5] Wael B. Hallaq, "From Fatwas to Furu': Growth and Change in Islamic Substantive Law," *Islamic Law and Society* 1, no. 1 (1994): 29–65, 29–65.

[6] Muhammad Khalid Masud, Brinkley Messick, and David S. Powers, "Muftis, Fatwas, and Islamic Legal Interpretation," in *Islamic Legal Interpretation: Muftis and Their Fatwas*, ed. Muhammad Khalid Masud, Brinkley Messick, and David S. Powers (Cambridge, MA: Harvard University Press, 1996), 3–32, 3–32.

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com
Vol. 2, No.1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

تغیر کے ایک ہی نظری چوکھٹے میں رکھ کر تقابلی طور پر پرکھنے کی کاوش کم ملتی ہے، اور یہی اس مقالے کا جوازِ تحقیق ہے۔ مقالہ باب اول میں نظری اصول، باب دوم میں جنوبی ایشیائی فتویٰ نویسی کے تاریخی پس منظر، ابواب سوم تا پنجم میں تین مطالعاتی مسائل، اور باب ششم میں تقابلی تجزیہ، معارضات اور ترکیبی نتیجے پر مشتمل ہے۔

باب اول: عرف اور تغیرِ فتویٰ کا نظری ڈھانچہ

عرف کا مفہوم، اقسام اور حجیت

عرف اس رواج کو کہتے ہیں جو لوگوں کے مابین قول یا فعل کی صورت میں اس درجہ مستقر ہو جائے کہ طبائعِ سلیمہ اسے قبول کرنے لگیں؛ عادت اس کے قریب المعنیٰ ہے مگر بعض فقہا کے ہاں عادت کا دائرہ افراد اور عرف کا جماعت تک وسیع ہے۔[7] اپنی ذات میں عرف شرعی ماخذ نہیں بلکہ ایک تابع دلیل ہے جو نصوص کی تفہیم، مطلق کی تقیید اور تطبیقِ احکام میں معاون بنتا ہے۔ قرآن کریم نے اس اصول کی بنیاد ان الفاظ میں رکھی: ﴿خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ﴾ (درگزر اختیار کیجیے، بھلائی کا حکم دیجیے اور جاہلوں سے اعراض کیجیے)۔[8] اسی طرح نفقے کے باب میں فرمایا: ﴿وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ﴾ (اور باپ پر ان کا کھانا اور کپڑا دستور کے مطابق لازم ہے)، جہاں مقدارِ نفقہ کا تعین شرع نے رواجِ معاشرہ کے سپرد کر دیا۔[9]

سنت میں بھی اس اصول کے متعدد شواہد ملتے ہیں۔ جب ہند بنت عتبہؓ نے شوہر کی تنگ دستی کی شکایت کی تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ اتنا لے لو جو تمہیں اور تمہاری اولاد کو دستور کے مطابق کافی ہو۔[10] بیعِ سلم کے رواجِ مدینہ کو بھی آپ ﷺ نے برقرار رکھا اور معلوم ماپ اور مقررہ مدت کی شرائط عائد کر کے اسے منضبط کر دیا۔[11] حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا موقوف اثر کہ جسے مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے، عرف کی تائید میں بکثرت پیش کیا جاتا ہے، مگر محدثین کے نزدیک یہ مرفوع حدیث نہیں بلکہ صحابی کا قول ہے، اس لیے اسے استدلال کی بنیاد بناتے ہوئے اس فرق کا لحاظ ضروری ہے۔[12] فقہی قواعد میں «العادة محكمة» اور مجلۃ الاحکام العدلیۃ کی دفعہ 37 کے الفاظ میں «لوگوں کا استعمال ایسی حجت ہے جس پر عمل واجب ہے» اسی اصول کے ثمرات ہیں۔[13]

---

[7] عبدالوہاب خلاف، علم اصول الفقہ، طبع دوازدہم (کویت: دار القلم، 1978ء)، باب العرف؛ وہبہ زحیلی، اصول الفقہ الاسلامی (دمشق: دار الفکر، 1986ء)، مبحثِ العرف۔

[8] القرآن الکریم، سورۃ الاعراف 7:199؛ دیکھیے: محمد بن جریر طبری، جامع البیان عن تاویل آی القرآن، تحقیق عبداللہ بن عبدالمحسن الترکی (قاہرہ: دار ہجر، 2001ء)، تفسیرِ آیت 7:199؛ محمد بن احمد قرطبی، الجامع لاحکام القرآن، تحقیق احمد البردونی وابراہیم اطفیش، طبع دوم (قاہرہ: دار الکتب المصریۃ، 1964ء)، تفسیرِ آیت 7:199۔

[9] القرآن الکریم، سورۃ البقرہ 2:233؛ دیکھیے: قرطبی، الجامع لاحکام القرآن، تفسیرِ آیت 2:233۔

[10] محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح البخاری، تحقیق محمد زہیر بن ناصر الناصر (بیروت: دار طوق النجاۃ، 1422ھ)، کتاب النفقات، باب اذا لم ینفق الرجل فللمرأۃ ان تاخذ بغیر علمہ، حدیث 5364؛ مسلم بن الحجاج نیشاپوری، صحیح مسلم، تحقیق محمد فؤاد عبدالباقی (بیروت: دار احیاء التراث العربی، س ن)، کتاب الاقضیۃ، حدیث 1714۔

[11] بخاری، صحیح البخاری، کتاب السلم، باب السلم فی کیل معلوم، حدیث 2239؛ مسلم، صحیح مسلم، کتاب المساقاۃ، حدیث 1604۔

[12] احمد بن حنبل، مسند الامام احمد، تحقیق شعیب الارنؤوط (بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، 2001ء)، مسند عبداللہ بن مسعود، حدیث 3600۔

[13] جلال الدین سیوطی، الاشباہ والنظائر (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1990ء)، القاعدۃ الخامسۃ؛ زین الدین ابن نجیم، الاشباہ والنظائر علی مذہب ابی حنیفہ النعمان، تحقیق زکریا عمیرات (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1999ء)، القاعدۃ السادسۃ؛ مجلۃ الاحکام العدلیۃ (کراچی: نور محمد کارخانہ تجارتِ کتب، س ن)، دفعہ 36–37۔

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com
Vol. 2, No.1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

عرف کی اقسام کئی اعتبار سے کی گئی ہیں۔ اپنی نوعیت کے اعتبار سے عرفِ قولی اور عرفِ عملی، دائرے کے اعتبار سے عرفِ عام اور عرفِ خاص، اور شرع سے موافقت کے اعتبار سے عرفِ صحیح اور عرفِ فاسد۔ فقہانے معتبر عرف کے لیے شرائط مقرر کیں: وہ مطرد یا غالب ہو، عقد کے وقت موجود ہو، فریقین کی صریح شرط کے خلاف نہ ہو، اور نص شرعی سے متصادم نہ ہو۔[14] درج ذیل جدول ان اقسام اور ان کے اثرات کو سمیٹتا ہے۔

قسمِ عرف	مفہوم	اثر اور مثال
عرفِ قولی	کسی لفظ کا کسی خاص معنی میں رائج ہو جانا	الفاظِ ایمان و وقف و عقود کی تعبیر میں لفظ کے رائج معنی کا اعتبار
عرفِ عملی	کسی خاص عمل کا معاملات میں رواج پانا	بیعِ تعاطی اور اجرتِ مثل کی تعیین
عرفِ عام	تمام یا اکثر علاقوں میں رائج رواج	نفقہ و مہر کی مقدار کی تعیین
عرفِ خاص	کسی شہر، پیشے یا طبقے میں مخصوص رواج	تاجروں کے مخصوص تجارتی عرف
عرفِ صحیح	جو نص اور مقاصدِ شریعت سے متصادم نہ ہو	معتبر؛ احکام کی تطبیق اس پر قائم ہو سکتی ہے
عرفِ فاسد	جو نص یا قطعی شرعی اصول کے خلاف ہو	غیر معتبر؛ جیسے سودی معاملات کا رواج

جدول 1: عرف کی اقسام اور ان کے فقہی اثرات (مصنف کی اپنی تدوین)

فتویٰ اور حکم کا فرق: تغیرِ فتویٰ کے اصول

قرافی نے اپنی تصنیف الاحکام فی تمییز الفتاویٰ عن الاحکام میں اس بنیادی فرق کی وضاحت کی کہ فتویٰ شرعی حکم کی خبر دینے کا عمل ہے جبکہ قاضی کا حکم اس کا نفاذ ہے، اور فتویٰ میں مفتی پر لازم ہے کہ وہ سائل کے احوال کی رعایت کرے۔[15] انہوں نے یہ تنبیہ بھی کی کہ عرف پر مبنی احکام میں گزشتہ کتب کی عبارتوں پر ہمیشہ کے لیے جمود گمراہی ہے، اور جب عرف بدل جائے تو فتویٰ کو بھی نئے عرف کے مطابق کرنا لازم ہے۔[16] ابن قیم نے اس اصول کو یوں بیان کیا کہ فتویٰ زمانوں، مقامات، احوال، نیتوں اور رواجوں کے بدلنے سے بدلتا ہے،[17] اور مجلۃ الاحکام العدلیۃ کی دفعہ 39 نے اسے اس صورت میں قانون کی شکل دی کہ زمانوں کے بدلنے سے احکام کا بدلنا قابلِ انکار نہیں۔[18]

اس باب میں حنفی فقہ میں سب سے نمایاں کردار ابن عابدین شامی کا ہے۔ انہوں نے رسم المفتی کے منظوم متن کی شرح میں لکھا کہ مفتی اور قاضی کے لیے اپنے زمانے کے احوال کی معرفت ناگزیر ہے،[19] اور نشر العرف میں تفصیل سے بتایا کہ وہ احکام جو عرف پر مبنی ہوں عرف کے بدلنے سے خود بدل جاتے ہیں، اگرچہ نص بدستور اپنے مقام پر

---

[14] محمد ابو زہرہ، اصول الفقہ (قاہرہ: دار الفکر العربی، 1958ء)، مبحثِ العرف؛ خلاف، علم اصول الفقہ، باب العرف؛ زحیلی، اصول الفقہ الاسلامی، مبحثِ العرف۔

[15] قرافی، الاحکام فی تمییز الفتاویٰ۔

[16] شہاب الدین احمد بن ادریس قرافی، الفروق (انوار البروق فی انواء الفروق) (بیروت: عالم الکتب، س ن)۔

[17] ابن قیم، اعلام الموقعین، فصلِ تغیر الفتویٰ۔

[18] مجلۃ الاحکام العدلیۃ، دفعہ 39۔

[19] محمد امین ابن عابدین شامی، رد المحتار علی الدر المختار (حاشیہ ابن عابدین)، طبع دوم (بیروت: دار الفکر، 1992ء)، مقدمہ، رسم المفتی۔

قائم رہتا ہے۔[20] شاطبی نے اسی بحث کو مقاصد کی سطح پر منتقل کیا اور عوائد کی دو قسمیں متمیز کیں: ایک مستمر عوائد جو ہر زمانے میں یکساں رہتے ہیں اور جن کے احکام ثابت رہتے ہیں، اور دوسری متبدل عوائد جن کے ساتھ ان پر مبنی احکام کی تطبیق بھی بدل جاتی ہے۔[21] مسعود کے مطابق شاطبی کے ہاں شریعت کے ثابت اصول اور متغیر جزئیات کی یہ تفریق اجتہاد کی حدود متعین کرتی ہے۔[22]

ان نظری مباحث سے تین اصول مستنبط ہوتے ہیں۔ اول، تغیر صرف ان احکام میں معتبر ہے جو اصلاً عرف پر مبنی ہوں، اور عبادات، قطعی حدود اور منصوص حرام و حلال اس سے خارج ہیں۔ دوم، تغیرِ عرف سے دلیل نہیں بدلتی بلکہ مناطِ حکم کی تحقیق بدلتی ہے، یعنی نص اپنی جگہ باقی رہتا ہے اور اس کی تطبیق کا محل بدل جاتا ہے۔ سوم، عرفِ جدید کا اعتبار ہوتے ہوئے بھی لازم ہے کہ وہ عرفِ صحیح ہو اور مقاصدِ شریعت سے متصادم نہ ہو، ورنہ وہ تغیر نہیں بلکہ تبدیلِ شریعت ہو گا۔[23]

ضرورت، حرج اور استحسانِ عرف: تغیر کی حدود

حنفی فقہ میں عرف کی تاثیر کا ایک نمایاں مظہر استحسان بالعرف ہے، جس کی مثال عقدِ استصناع ہے۔ قیاس کا تقاضا تھا کہ معدوم شے کی بیع جائز نہ ہو، مگر لوگوں کے مسلسل تعامل کی بنا پر اسے استحساناً جائز قرار دیا گیا۔[24] یہ مثال ظاہر کرتی ہے کہ عرف قیاس کو ترک کرنے کی بنیاد تو بن سکتا ہے، مگر وہ اسی وقت جب وہ نص سے متصادم نہ ہو اور اس کے پیچھے لوگوں کی حقیقی حاجت موجود ہو۔ اسی طرح حنفی اصولیین نے عرفِ عملی سے عام نصوص کی تخصیص کا مسئلہ بھی بحث کیا اور اس میں شرائط مقرر کیں تاکہ عرف نص کا مدمقابل نہ بن جائے۔[25]

عرف کے ساتھ ضرورت اور حرج کے قواعد بھی تغیرِ فتویٰ میں کارفرما ہوتے ہیں۔ قرآن کا ارشاد ہے کہ اللہ نے دین میں تنگی نہیں رکھی،[26] اور اسی سے وہ قواعد ماخوذ ہیں جن میں مشقت کو آسانی کا سبب اور ضرورتوں کو ممنوعات کے جواز کا موجب قرار دیا گیا ہے۔[27] مگر ان قواعد کی حد بھی متعین ہے کہ ضرورت اپنی مقدار تک محدود رہتی ہے اور اس سے آگے نہیں بڑھتی،[28] اس لیے حرج کی بنیاد پر کیا گیا فتویٰ اسی وقت درست رہتا ہے جب تک ضرورت باقی ہو اور ضرورت کی تحقیق محض ظن و تخمین پر نہ ہو۔[29]

---

[20] ابن عابدین، نشر العرف، نشر العرف۔

[21] شاطبی، الموافقات، مباحثِ عوائد؛ Muhammad Khalid Masud, *Islamic Legal Philosophy: A Study of Abu Ishaq al-Shatibi's Life and Thought* (Islamabad: Islamic Research Institute, 1977)۔

[22] Masud, *Islamic Legal Philosophy*.

[23] یوسف القرضاوی، عوامل السعۃ والمرونۃ فی الشریعۃ الاسلامیۃ (قاہرہ: دار الصحوۃ، 1985ء)؛ Mohammad Hashim Kamali, *Principles of Islamic Jurisprudence*, 3rd ed. (Cambridge: Islamic Texts Society, 2003)۔

[24] علی بن ابی بکر مرغینانی، الہدایۃ شرح بدایۃ المبتدی (بیروت: دار احیاء التراث العربی، س ن)، کتاب البیوع، باب السلم؛ ابن نجیم، الاشباہ والنظائر، القاعدۃ السادسۃ۔

[25] ابو زہرہ، اصول الفقہ، مبحثِ العرف؛ خلاف، علم اصول الفقہ، باب العرف۔

[26] القرآن الکریم، سورۃ الحج 22:78؛ دیکھیے: طبری، جامع البیان، تفسیرِ آیت 22:78۔

[27] سیوطی، الاشباہ والنظائر، القاعدۃ الرابعۃ؛ مجلۃ الاحکام العدلیۃ، دفعہ 17 و 21۔

[28] مجلۃ الاحکام العدلیۃ، دفعہ 22۔

[29] شاطبی، الموافقات، مباحثِ مشقت؛ احمد الریسونی، نظریۃ المقاصد عند الامام الشاطبی (ہرنڈن: المعہد العالمی للفکر الاسلامی، 1992ء)۔

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com
Vol. 2, No.1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

ایک اہم نظری سوال یہ ہے کہ تغیرِ فتویٰ میں عرف، مصلحت اور ضرورت کے درمیان فرق کس طرح قائم رکھا جائے۔ عرف ایک جاری اجتماعی رواج ہے، مصلحت مقاصدِ شریعت کی روشنی میں نفع کی تحصیل اور ضرر کی دفع ہے، جبکہ ضرورت ایک استثنائی کیفیت ہے جو عام اصول سے عدول کا جواز فراہم کرتی ہے۔ قرضاوی نے ان عوامل کو شریعت کی وسعت و مرونت کے ذرائع میں شمار کرتے ہوئے ان کے باہمی فرق کو واضح کیا،[30] اور حلاق کے مطابق فتووں کے ذریعے نئے مسائل کے حل کی روایت ہی بعد میں فقہی فروع کی ترقی کا ذریعہ بنی۔[31] اسی بناپر زیرِ مطالعہ مسائل کو یہ دیکھتے ہوئے پرکھا جائے گا کہ ہر تبدیلی کا محرک عرف تھا، مصلحت تھی یا ضرورت، اور اس کی حد کیا مقرر کی گئی۔[32]

باب دوم: جنوبی ایشیا میں فتویٰ نویسی کی روایت اور مناہج

تاریخی پس منظر اور اداراتی ڈھانچہ

برصغیر میں فتویٰ نویسی کی روایت سلطنتِ دہلی اور مغلیہ دور کی عدالتی و علمی روایت میں پیوستہ ہے، تاہم جدید دور میں اس کی صورتِ حال نو آبادیاتی تبدیلیوں سے بنیادی طور پر بدل گئی۔ برطانوی حکومت کے قیام کے بعد جب فوجداری اور دیوانی قانون کی عمومی عملداری ریاست کے پاس چلی گئی تو علما نے فقہ کی حفاظت اور فتویٰ کی رہنمائی کا کام نجی اور تعلیمی اداروں کے ذریعے سنبھالا۔ میٹکاف کے مطابق 1866ء میں دارالعلوم دیوبند کا قیام اسی عمل کا نمایاں مظہر تھا، جس میں مدرسے کو شریعت کے تحفظ اور دینی رہنمائی کے مرکز کے طور پر منظم کیا گیا۔[33] بریلوی تحریک کے بانی احمد رضا خان (1856ء تا 1921ء) نے اسی دور میں فتویٰ کو اپنی اصلاحی تحریک کا ایک مرکزی ذریعہ بنایا،[34] جبکہ زمان نے دکھایا کہ جدید ریاستی اور معاشی تبدیلیوں کے مقابل علما نے فقہ کی روایتی ساخت کو بدلتی ہوئی صورتوں میں قابلِ اطلاق بنانے کی کوشش کی۔[35]

مناہجِ فتویٰ کا اجمالی تقابل

دیوبندی اور بریلوی دارالافتاء دونوں حنفی فقہ کی پیروی کرتے ہیں اور ابن عابدین کی ردالمحتار کو مرجع کی حیثیت دیتے ہیں،[36] لیکن مسائلِ جدیدہ میں ان کے اسالیبِ استدلال اور ان کی ترجیحات میں فرق دیکھا جا سکتا ہے۔ اشرف علی تھانوی کی امداد الفتاویٰ میں عملی ضرورتوں کی رعایت اور سہولت کے وہ پہلو واضح ہیں جنہیں تھانوی نے ضرورتِ شدیدہ کے ضابطے کے تحت متعین کیا،[37] جبکہ احمد رضا خان کی فتاویٰ رضویہ میں مفصل نقلی استدلال اور جزئیات کے احاطے کا اسلوب نمایاں ہے۔[38] محمد تقی عثمانی نے اصول الافتاء وآدابہ میں مفتی کے لیے جو ضوابط مدون کیے ان کا حاصل یہ ہے کہ عرف کی تبدیلی کو فتوے کی بنیاد وہی بنایا جائے جو عام اور محقق ہو اور جس کا تعلق اصلاً عرف پر مبنی احکام سے ہو۔[39] مسعود، میسک اور پاورز کا مشاہدہ ہے کہ مفتی کی اتھارٹی کا انحصار سائل کی ضرورت، روایتی اسناد اور عوامی اعتماد تینوں پر ہوتا ہے، اور یہ تینوں عوامل فتوے کی نوعیت متعین کرتے ہیں۔[40] اسی بناپر زیرِ مطالعہ مسائل کا انتخاب ایسا کیا گیا ہے جن میں ایک طرف عرف کا تغیر واضح ہے اور دوسری طرف مختلف مکاتبِ فکر کے موقف میں تنوع بھی موجود ہے۔

---

[30] قرضاوی، عوامل السعۃ والمرونۃ۔

[31] Hallaq, "From Fatwas to Furu'," 29–65, 29–65.

[32] Kamali, *Principles of Islamic Jurisprudence*.

[33] Metcalf, *Islamic Revival in British India*.

[34] Sanyal, *Devotional Islam and Politics*.

[35] Zaman, *Ulama in Contemporary Islam*.

[36] ابن عابدین، ردالمحتار، مقدمہ؛ محمد تقی عثمانی، اصول الافتاء وآدابہ (کراچی: مکتبہ معارف القرآن، س ن)۔

[37] اشرف علی تھانوی، امداد الفتاویٰ (کراچی: مکتبہ دارالعلوم، س ن)۔

[38] احمد رضا خان، فتاویٰ رضویہ؛ Sanyal, *Devotional Islam and Politics*۔

[39] عثمانی، اصول الافتاء وآدابہ۔

[40] Masud, Messick, and Powers, "Muftis, Fatwas, and Islamic Legal Interpretation," 3–32, 3–32.

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com
Vol. 2, No.1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

باب سوم: مطالعۂ اول: تعلیمِ قرآن اور امامت پر اجرت

متقدمین کا موقف اور اس کے دلائل

حنفی فقہ کے ظاہر الروایہ میں امام ابو حنیفہؒ اور ان کے اصحاب کا موقف یہ رہا کہ طاعات و عبادات، جیسے تعلیمِ قرآن، اذان اور امامت پر اجارہ جائز نہیں، کیونکہ یہ ایسے اعمال ہیں جن کا اجر آخرت میں مطلوب ہے اور دنیاوی عوض اس نیت سے متصادم ہے۔[41] ان کا بنیادی استدلال حضرت عبادہ بن صامتؓ کی روایت ہے جس میں تعلیمِ قرآن کے بدلے ملنے والی کمان کے متعلق حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم اسے لیتے ہو تو آگ کی کمان لیتے ہو۔[42] اس کے برعکس شوافع اور مالکیہ نے صحیح بخاری کی اس روایت کو دلیل بنایا جس میں سانپ کے ڈسے ہوئے شخص پر دم کرنے کے بدلے بکریاں لینے کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا کہ سب سے زیادہ حق دار جس پر تم اجرت لو وہ اللہ کی کتاب ہے۔[43] اس طرح یہ مسئلہ اجتہادی اختلاف کا حامل تھا اور دونوں طرف نصوص موجود تھیں۔

متاخرین کا عدول: تغیرِ احوال کی بنیاد

ہدایہ میں صراحت ہے کہ بعض متاخر مشائخ نے دینی امور میں سستی اور ضعف ظاہر ہونے کی بنا پر آج تعلیمِ قرآن پر اجرت کو مستحسن قرار دیا،[44] اور ابن عابدین نے اس تبدیلی کی علت واضح کی کہ متقدمین کو معلمین اور ائمہ کے لیے بیت المال سے وظائف اور عطیات ملتے تھے، لہٰذا وہ اجرت لینے پر مجبور نہ تھے؛ جب یہ وظائف منقطع ہو گئے اور معلم کو معاش کی فکر لاحق ہوئی تو قرآن کی تعلیم کے ضائع ہو جانے کا خطرہ پیدا ہوا، اس لیے ضرورت کی بنا پر جواز کا فتویٰ دیا گیا۔[45] یہ مثال اس لحاظ سے نہایت اہم ہے کہ یہاں نص اور اصل مذہب دونوں برقرار رہے، مگر تطبیق کا مناط، یعنی بیت المال سے کفالت کا وجود، بدل جانے کی بنا پر فتویٰ بدل گیا۔ قرآن کا اصول ﴿وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ﴾ (اور اس نے تم پر دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی) اسی عدول کی نظری پشت پناہی کرتا ہے۔[46]

جنوبی ایشیا میں اس فتوے کی تطبیق

جنوبی ایشیا میں مساجد اور مدارس کا نظام عموماً بیت المال یا ریاستی کفالت کے بغیر عوامی چندوں اور وقف پر قائم رہا، اس لیے متاخرین کا فتویٰ یہاں کے حنفی دارالافتاء میں عملاً راسخ ہوا۔ تھانوی کی امداد الفتاویٰ میں ائمہ و مدرسین کی تنخواہ کے مسائل اسی فتوے کی روشنی میں زیرِ بحث آئے ہیں،[47] اور احمد رضا خان کی فتاویٰ رضویہ میں بھی متاخرین کے جواز کی بنیاد پر امامت و تدریس کی اجرت کی بحثیں ملتی ہیں۔[48] عثمانی کے اصول الافتاء میں یہ مثال تغیرِ عرف و حال کے ایک مسلمہ نمونے کے طور پر پیش کی جاتی ہے۔[49] تاہم عملی سطح پر یہ بھی نظر آتا ہے کہ اجرت کے جواز کے ساتھ ساتھ وہ شرائط بھی برقرار رکھی گئیں جو اخلاص اور تعلیم کے معیار کو محفوظ رکھتی ہیں، یعنی اجرت علم کے عوض

---

[41] مرغینانی، الہدایۃ، کتاب الاجارات، باب الاجارۃ الفاسدۃ؛ ابن عابدین، رد المحتار، کتاب الاجارۃ، باب الاجارۃ الفاسدۃ۔

[42] ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی، سنن ابی داؤد، تحقیق شعیب الارنؤوط و محمد کامل قرہ بللی (بیروت: دار الرسالۃ العالمیۃ، 2009ء)، کتاب البیوع، باب فی کسب المعلم، حدیث 3416۔

[43] بخاری، صحیح البخاری، کتاب الطب، باب الشرط فی الرقیۃ بقطیع من الغنم، حدیث 5737۔

[44] مرغینانی، الہدایۃ، کتاب الاجارات، باب الاجارۃ الفاسدۃ۔

[45] ابن عابدین، رد المحتار، کتاب الاجارۃ، باب الاجارۃ الفاسدۃ؛ ابن عابدین، نشر العرف، نشر العرف۔

[46] القرآن الکریم، سورۃ الحج 22:78؛ دیکھیے: طبری، جامع البیان، تفسیرِ آیت 22:78؛ قرطبی، الجامع لاحکام القرآن، تفسیرِ آیت 22:78۔

[47] تھانوی، امداد الفتاویٰ، کتاب الاجارہ۔

[48] احمد رضا خان، فتاویٰ رضویہ، کتاب الاجارہ۔

[49] عثمانی، اصول الافتاء و آدابہ۔

نہیں بلکہ وقت کے حبس کے عوض ہو، اور ملازمت کی شرائط واضح ہوں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ تغیرِ فتویٰ ضوابط سے خالی نہیں بلکہ مقاصدِ شریعت کی حفاظت کے ساتھ مشروط ہے۔[50]

باب چہارم: مطالعۂ دوم: کاغذی کرنسی اور اس کے شرعی احکام

زرِ خلقی سے زرِ اصطلاحی تک

فقہِ اسلامی کی کلاسیکی روایت میں ثمن بنیادی طور پر سونے اور چاندی کو سمجھا گیا، اور فلوس یعنی تانبے وغیرہ کے سکے ان کے ماتحت درجے میں اصطلاحی ثمن کی حیثیت سے مانے گئے۔ حنفی فقہ میں یہ اصول طے تھا کہ رائج فلوس فریقین کے باہمی اتفاق اور رواج سے ثمن بن جاتے ہیں اور ان پر بیع و دین کے احکام جاری ہوتے ہیں۔[51] ابن عابدین نے اپنے رسالے تنبیہ الرقود میں فلوس کی قیمت میں تغیر اور ان کے کاسد ہو جانے کے مسائل پر مفصل بحث کی،[52] اور یہ بحث دراصل زر کی اصطلاحی حیثیت کے اس تصور پر قائم تھی کہ ثمن کا مدار رواج اور قبولیت پر ہے۔ اسی اصول نے کاغذی نوٹ کے ظہور کے بعد فقہا کے لیے نئے سوالات کا نظری راستہ کھولا۔

جنوبی ایشیائی فتاویٰ میں کاغذی نوٹ

برطانوی ہند میں کاغذی نوٹ کا رواج انیسویں صدی کے وسط کے بعد پھیلنا شروع ہوا، اور اس کی شرعی حیثیت پر علما کے سامنے سوال یہ تھا کہ کیا نوٹ محض قرض کی دستاویز ہے یا خود ثمن؟ احمد رضا خان نے اس موضوع پر ایک مستقل رسالہ کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم تصنیف کیا جس میں اس کی شرعی حیثیت اور احکام پر تفصیل سے بحث کی گئی ہے،[53] اور یہ اس بات کی شہادت ہے کہ جنوبی ایشیائی علما نے اس مسئلے کو محض عرفِ بازار کے حوالے نہیں کیا بلکہ اسے اصولِ فقہ کی روشنی میں منضبط کیا۔

بعد کے دور میں محمد تقی عثمانی نے کاغذی کرنسی کے احکام پر مفصل تحقیق پیش کی۔ ان کا استدلال یہ ہے کہ موجودہ نوٹ محض دستاویز نہیں بلکہ فلوسِ رائجہ کی طرح ثمن کا درجہ رکھتا ہے، جس کی قوت ریاست کے قانونی اعتبار اور عوامی قبولیت سے پیدا ہوتی ہے،[54] اور اس بنا پر اس پر زکوٰۃ کے احکام اور سود کے احکام جاری ہوں گے، یعنی ایک ہی کرنسی کے نوٹوں کے مابین تفاضل اور ادھار حرام ہے۔ قرض کی ادائیگی میں ان کا موقف یہ ہے کہ مقروض پر اسمی مالیت کی ادائیگی لازم ہے اور افراطِ زر کے سبب قدر میں کمی کی بنیاد پر اضافی ادائیگی، یعنی قرض کا انڈیکسیشن، جائز نہیں، کیونکہ اس سے سود کا دروازہ کھلتا ہے۔[55] یہاں دلچسپ امر یہ ہے کہ دونوں ادوار کے فتاویٰ میں عرف کا تغیر دو سطحوں پر کارفرما ہے: ایک تو یہ کہ ثمن کا تصور دھات سے ہٹ کر رواجِ ریاست کی طرف منتقل ہوا، اور دوسرا یہ کہ اس عرف کے باوجود سود کا حکم بدستور برقرار رہا، کیونکہ وہ نص سے ثابت ہے اور عرف سے متغیر نہیں ہو سکتا۔

مسئلہ	کلاسیکی حنفی موقف	جنوبی ایشیائی فتویٰ	تغیر کی نوعیت
تعلیمِ قرآن و امامت پر اجرت	جواز نہیں (طاعت پر اجارہ)	متاخرین کے فتوے پر عمل، جواز مع شرائط	مناط (بیت المال) بدلا؛ دلیل برقرار

[50] Kamali, *Principles of Islamic Jurisprudence*.

[51] مرغینانی، الہدایۃ، کتاب البیوع، باب الصرف؛ ابن عابدین، رد المحتار، کتاب البیوع، باب الربا۔

[52] محمد امین ابن عابدین شامی، تنبیہ الرقود علی مسائل النقود، مشمولہ مجموعۂ رسائل ابن عابدین (بیروت: دار احیاء التراث العربی، س ن)۔

[53] احمد رضا خان، فتاویٰ رضویہ، رسالہ کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم؛ Sanyal, *Devotional Islam and Politics*۔

[54] عثمانی، بحوث فی قضایا فقہیۃ معاصرۃ، أحکام الاوراق النقدیۃ؛ Muhammad Taqi Usmani, *An Introduction to Islamic Finance* (The Hague: Kluwer Law International, 2002)۔

[55] عثمانی، بحوث فی قضایا فقہیۃ معاصرۃ، تغیر قیمۃ العملۃ؛ Usmani, *Introduction to Islamic Finance*۔

مسئلہ	کلاسیکی حنفی موقف	جنوبی ایشیائی فتویٰ	تغیر کی نوعیت
کاغذی کرنسی	ثمن خلقی (سونا چاندی) اور فلوس اصطلاحی	نوٹ کو ثمن اور فلوسِ رائجہ کے حکم میں لے کر احکام کا اجرا	موضوع (زر) بدلا؛ حکم (ربا و زکوٰۃ) برقرار
عورت کی تفریقِ نکاح	مفقود الخبر کے لیے طویل انتظار؛ فسخ کی محدود صورتیں	الحیلۃ الناجزۃ: مالکی اقوال سے ضرورت پر اخذ؛ قانون 1939ء	مذہب سے عدول بوجہِ ضرورت و حرج

جدول 2: تین منتخب مسائل میں کلاسیکی موقف، جنوبی ایشیائی فتویٰ اور تغیر کی نوعیت (مصنف کی اپنی تدوین)

باب پنجم: مطالعۂ سوم: عورت کی تفریقِ نکاح اور الحیلۃ الناجزۃ

حنفی فقہ میں مسئلہ اور اس کی عملی دشواری

حنفی مذہب کی مشہور روایت کے مطابق جس عورت کا شوہر لاپتہ ہو جائے اس کے نکاح کا فسخ شوہر کی موت کے یقین یا اس کے ہم عمروں کی موت کی عمر کو پہنچنے تک نہیں کیا جاتا، اور اسی طرح شوہر کے نفقہ نہ دینے یا ظلم کرنے کی صورت میں فسخ کی گنجائش نہایت محدود ہے۔[56] برطانوی ہند کے عملی حالات میں یہ مسئلہ شدید دشواری کا سبب بنا، کیونکہ بہت سی عورتیں برسوں معلق رہتیں؛ قرآن نے ایسی کیفیت کو ﴿فَتَذَرُوهَا كَالْمُعَلَّقَةِ﴾ (کہ تم اسے لٹکتی ہوئی چھوڑ دو) سے تعبیر کر کے اس سے منع فرمایا ہے۔[57] حضور ﷺ کا ارشاد «لا ضرر ولا ضرار» بھی اسی مقصد کی تائید کرتا ہے۔[58]

تھانویؒ کا عدول: مالکی اقوال سے استفادہ

اشرف علی تھانوی نے اسی صورتِ حال کے پیشِ نظر الحیلۃ الناجزۃ للحلیلۃ العاجزۃ تصنیف کی، جس میں انہوں نے ضرورتِ شدیدہ اور عمومِ بلویٰ کی بنا پر بعض مسائل میں حنفی مذہب سے عدول کر کے مالکی فقہ کے اقوال پر فتویٰ دینے کی تفصیل پیش کی۔[59] مالکی فقہ کی بنیاد حضرت عمرؓ کے اس اثر پر ہے جس میں مفقود شوہر کی بیوی کو چار سال تک انتظار کا حکم دیا گیا اور پھر عدت گزارنے کے بعد دوسرے نکاح کی اجازت دی گئی۔[60] مفتی کے لیے دوسرے مذہب کے قول پر فتویٰ دینے کی گنجائش ابن عابدین کے اصولوں کے تحت ضرورت اور حرج کی صورت میں ثابت مانی جاتی ہے،[61] اور یہی وہ نکتہ ہے جس پر تھانوی نے اپنی تصنیف کی بنیاد رکھی۔

ریاستی قانون اور فتویٰ کا تعامل

1939ء میں برطانوی ہند میں مسلم نکاحات کی تنسیخ کا ایکٹ منظور ہوا، جس کی دفعہ 2 میں شوہر کے چار سال تک لاپتہ رہنے، دو سال تک نان نفقہ نہ دینے، طویل قید، ظلم اور بعض دیگر وجوہ کی بنا پر عورت کو عدالتی تنسیخِ نکاح کا حق دیا گیا۔[62] یہ ایکٹ فتوے کی روایت اور ریاستی قانون سازی کے تعامل کی نہایت واضح مثال ہے، جہاں ایک فقہی

---

[56] ابن عابدین، رد المحتار، کتاب المفقود؛ مرغینانی، الہدایۃ، کتاب المفقود۔

[57] القرآن الکریم، سورۃ النساء 4:129؛ دیکھیے: طبری، جامع البیان، تفسیرِ آیت 4:129؛ قرطبی، الجامع لاحکام القرآن، تفسیرِ آیت 4:129۔

[58] محمد بن یزید ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، تحقیق محمد فؤاد عبد الباقی (قاہرہ: دار احیاء الکتب العربیۃ، س ن)، کتاب الاحکام، باب من بنی فی حقہ ما یضر بجارہ، حدیث 2340۔

[59] تھانوی، الحیلۃ الناجزۃ۔

[60] مالک بن انس، الموطا، تحقیق محمد فؤاد عبد الباقی (قاہرہ: دار احیاء التراث العربی، 1985ء)، کتاب الطلاق، باب عدۃ التی تفقد زوجہا۔

[61] ابن عابدین، نشر العرف، نشر العرف؛ ابن عابدین، رد المحتار، مقدمہ۔

[62] Government of India, *The Dissolution of Muslim Marriages Act, 1939* (Act VIII of 1939), sec. 2.

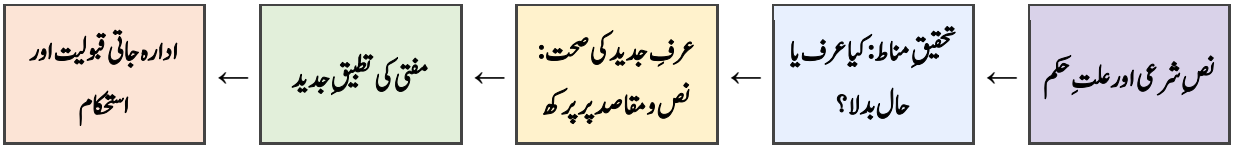
AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com
Vol. 2, No.1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

عدول عملی قانون کی صورت اختیار کر گیا۔ حلاق کے تجزیے کے مطابق فتووں کے ذریعے فقہی فروع میں تبدیلی کا عمل اسی طرح ہوتا ہے کہ مفتی کی عملی ضرورت کا حل بعد میں مذہب کا باقاعدہ جزو بن جاتا ہے،[63] اور اس مسئلے میں یہ عمل سب سے زیادہ نمایاں ہوا۔ تاہم اس تبدیلی کو علما کے ہاں اس حد تک قبولیت ملی جس حد تک اسے ضرورت اور مقاصدِ شریعت کے ضابطے میں مقید رکھا گیا، اور تھانوی کی کتاب میں ہر مسئلے کے ساتھ ان شرائط کا تفصیلی ذکر اسی کی دلیل ہے۔[64]

باب ششم: تقابلی تجزیہ، معارضات اور ترکیبی نتیجہ

تغیرِ فتویٰ کے عمل کا تصوراتی خاکہ

تینوں مطالعاتی مسائل سے ایک مشترک نمونہ سامنے آتا ہے: نص اور علتِ حکم اپنی جگہ برقرار رہتے ہیں، لیکن جب عرف یا واقعاتی حالات بدلتے ہیں تو مناطِ حکم کی تحقیق نئے سرے سے کرنی پڑتی ہے، پھر نئے عرف کی صحت کو نص اور مقاصدِ شریعت کی کسوٹی پر پرکھا جاتا ہے، اور اس کے بعد فتویٰ کی تطبیقِ جدید عمل میں آتی ہے۔ اس عمل کو درج ذیل خاکے سے سمجھا جا سکتا ہے۔



تصویر 1: عرف کے تغیر سے فتویٰ کی تبدیلی کا تصوراتی خاکہ (مصنف کی اپنی تدوین)

اس خاکے کی روشنی میں تینوں مسائل کا تقابل یوں ہوتا ہے۔ تعلیمِ قرآن پر اجرت میں بدلنے والا عنصر کفالت کا نظام تھا، اور علت یعنی تعلیمِ قرآن کی حفاظت برقرار رہی۔ کاغذی کرنسی میں بدلنے والا عنصر زر کی اصطلاحی حیثیت تھی، جبکہ ربا اور زکوٰۃ کی علل برقرار رہیں۔ تفریقِ نکاح میں بدلنے والا عنصر معاشرتی حالات اور حرج کی شدت تھی، جبکہ نکاح کے مقاصد، یعنی سکون اور ضرر کا ازالہ، برقرار رہے۔ ان تینوں میں فتویٰ نے دلیل کو نہیں بدلا بلکہ اس کے محلِ اطلاق کو، اور اسی بنا پر یہ تبدیلیاں مذہب کے اندرونی اصولوں سے ہم آہنگ سمجھی گئیں۔[65]

دائرہ	قابلِ تغیر (عرف پر مبنی)	ناقابلِ تغیر (نص یا مقصد پر مبنی)
عبادات و مقدرات	کوئی نہیں؛ البتہ آلات و وسائل کی تطبیق	نماز، روزہ، زکوٰۃ کے ارکان و نصاب
حدود و محرمات	کوئی نہیں	حرمتِ ربا، زنا، قتل وغیرہ
معاملات و عقود	عرفِ تجارت، نقد کی شکل، اجرتِ مثل	حرمتِ غرر و ربا اور عدلِ معاوضہ
الفاظِ عقود و ایمان	الفاظ کے رائج معانی کا اعتبار	الفاظ کا بنیادی شرعی مفہوم
حقوقِ زوجین و نفقہ	مقدارِ نفقہ، کیفیتِ معاشرت	حقوق کی اصل اور ضرر کی ممانعت

جدول 3: تغیرِ فتویٰ کے ضوابط: قابلِ تغیر اور ناقابلِ تغیر دائرے (مصنف کی اپنی تدوین)

[63] Hallaq, "From Fatwas to Furu'," 29–65, 29–65.

[64] تھانوی، الحیلۃ الناجزۃ؛ Zaman, *Ulama in Contemporary Islam*۔

[65] ابن عابدین، نشر العرف، نشر العرف؛ Hallaq, "From Fatwas to Furu'," 29–65, 29–65۔

معارضات اور ان کا جواب

پہلا معارضہ یہ ہے کہ عرف کے تغیر کا اصول ہوائے نفس اور زمانے کے دباؤ کے آگے ہتھیار ڈالنے کا بہانہ بن سکتا ہے، اور اگر ہر رواج فتوے کا مصدر قرار پائے تو شریعت کی ابدیت متاثر ہوتی ہے۔ یہ اندیشہ بے بنیاد نہیں؛ قرضاوی نے شریعت کے ثبات و مرونت کی بحث میں خود اسی خطرے کی طرف متوجہ کیا ہے۔[66] اس کا جواب یہ ہے کہ کلاسیکی اصول میں عرف کے لیے شرائط مقرر ہیں، اور جنوبی ایشیا کے مطالعہ شدہ نمونوں میں ہر جگہ تغیر نص کے دائرے سے باہر اور ضرورت و حرج کے ضابطے کے اندر رہا۔ کاغذی کرنسی کی مثال اس کا واضح ثبوت ہے، جہاں رواجِ زر بدلنے کے باوجود ربا کی حرمت پر کوئی سمجھوتہ نہ ہوا۔[67]

دوسرا معارضہ یہ ہے کہ مفتی مقلد ہوتا ہے اور مذہب سے خارج اقوال کی طرف عدول اس کے اختیار میں نہیں، نیز ایک مذہب کے ظاہر الروایہ کو چھوڑ کر دوسرے مذہب کا قول لینا تلفیق اور تتبعِ رخص کا دروازہ کھول سکتا ہے۔ اس پر علما کے ہاں بحث رہی ہے۔ ابن عابدین کے اصولوں کے مطابق مفتی کے لیے مذہب کے اندر ہی تخریج کے ذریعے متاخرین کے اقوال اور ضرورت کی صورت میں معتبر اقوال کی طرف جانے کی گنجائش ہے،[68] اور تھانوی نے اسی بنا پر الحیلۃ الناجزۃ میں ضرورت کی تعیین، اہلِ فتویٰ کے مشورے اور مسئلے کی خصوصیات کو ملحوظ رکھا، یعنی عدول کو مطلق جواز کے بجائے مقید رکھا۔[69] اس سے واضح ہے کہ عدول کی حیثیت استثنا کی ہے، قاعدے کی نہیں۔

تیسرا معارضہ منہجی ہے: عرف کس کا معتبر ہو، علاقائی یا عالمی؟ جنوبی ایشیا کی لسانی، طبقاتی اور مسلکی تقسیم میں رواجِ عام کا تعین مشکل ہے، اور فتاویٰ میں اکثر مفتی کا ذاتی مشاہدہ عرف کا ثبوت بن جاتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ فقہی روایت نے عرفِ خاص اور عرفِ عام میں فرق رکھا اور ہر ایک کے لیے دائرۂ اثر متعین کیا،[70] تاہم یہ تسلیم کرنا ہو گا کہ جدید معاشرتی علوم کی تحقیقی آلات، جیسے سروے اور اعداد و شمار، کا استعمال اس مسئلے کو زیادہ قابلِ اعتماد بنا سکتا ہے، جس کی طرف مسعود، میسک اور پاورز کا مطالعۂ افتا بھی اشارہ کرتا ہے۔[71]

ترکیبی نتیجہ

تقابلی مطالعے سے یہ ترکیبی نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ جنوبی ایشیا کی فتویٰ روایت میں عرف کو نہ آزاد مصدرِ تشریع کے طور پر اختیار کیا گیا اور نہ جامد نقل کے طور پر مسترد، بلکہ اسے ایک مضبوط ضابطہ بند آلے کی صورت میں برتا گیا جو نص، مقاصد اور ضرورت کے دائرے کے اندر کام کرتا ہے۔ دیوبندی اور بریلوی دارالافتاء کے مناہج میں اسلوبِ استدلال اور ترجیحات کا فرق موجود ہے، مگر زیرِ بحث مسائل میں دونوں نے ابن عابدین کے مقرر کردہ بنیادی اصولوں سے رجوع کیا، اور اسی بنا پر ان کے ہاں تغیرِ فتویٰ کا عمل مذہب کی داخلی منطق سے ہم آہنگ رہا۔[72]

نتائج و سفارشات

تحقیق سے حسبِ ذیل نتائج اخذ ہوتے ہیں۔ اول، عرف شرعی ماخذ نہیں بلکہ تابع دلیل ہے، اور اس کا اثر انہی احکام تک محدود ہے جو اصلاً عرف پر مبنی ہوں؛ نصوص اور مقاصد اس سے بالاتر ہیں۔ دوم، تغیرِ فتویٰ اصل میں دلیل کی تبدیلی نہیں بلکہ مناطِ حکم کی تحقیقِ نو ہے، جیسا کہ تعلیمِ قرآن پر اجرت میں بیت المال کے ختم ہونے سے ظاہر

---

[66] قرضاوی، عوامل السعۃ والمرونۃ۔

[67] عثمانی، بحوث فی قضایا فقہیۃ معاصرۃ؛ ابن عابدین، نشر العرف، نشر العرف۔

[68] ابن عابدین، رد المحتار، مقدمہ، رسم المفتی۔

[69] تھانوی، الحیلۃ الناجزۃ؛ عثمانی، اصول الافتاء وآدابہ۔

[70] زرقا، المدخل الفقہی العام؛ ابو سنہ، العرف والعادۃ۔

[71] Masud, Messick, and Powers, “Muftis, Fatwas, and Islamic Legal Interpretation,” 3–32, 3–32; Zaman, *Ulama in Contemporary Islam*.

[72] ابن عابدین، نشر العرف، نشر العرف؛ احمد رضا خان، فتاویٰ رضویہ؛ تھانوی، امداد الفتاویٰ؛ Sanyal, *Devotional Islam and Politics*؛ Metcalf, *Islamic Revival in British India*۔

ہوا۔ سوم، کاغذی کرنسی کی مثال سے ثابت ہوا کہ موضوع کے بدلنے سے حکم کی علت برقرار رہتے ہوئے نئے موضوع پر منطبق ہوتی ہے۔ چہارم، تفریقِ نکاح کے مسئلے نے دکھایا کہ ضرورت اور حرج کے ضابطے کے تحت مذہب کے اندر ہی بعض اقوال کی طرف عدول فتویٰ اور قانون دونوں میں مؤثر ہو سکتا ہے۔

ان نتائج کی بنا پر یہ سفارشات پیش کی جاتی ہیں: اول، دارالافتاء میں تغیرِ عرف پر مبنی فتاویٰ کے ساتھ علتِ تغیر اور شرائط کی صراحت لازم کی جائے تاکہ فتوے کی دلیل شفاف رہے۔ دوم، عرف کی تحقیق کے لیے سماجی علوم کے ماہرین کے ساتھ اجتماعی مشاورت کا نظام قائم کیا جائے۔ سوم، فتویٰ اور قضا کی حدود کو ملحوظ رکھتے ہوئے ریاستی قانون سازی اور علما کے مابین مستقل مکالمے کا ادارہ بنایا جائے۔ چہارم، جنوبی ایشیا کے مختلف مکاتبِ فکر کے فتاویٰ کے تقابلی مطالعے کو تحقیقی منصوبوں میں شامل کیا جائے، تاکہ عرف کے تغیر اور فتوے کی تبدیلی کا ایک جامع علمی ذخیرہ مرتب ہو سکے۔

خلاصہ بحث

زیرِ نظر مقالے میں عرف کے تغیر اور فتویٰ کی تبدیلی کا جنوبی ایشیا کے منتخب فقہی فتاویٰ کی روشنی میں تقابلی مطالعہ کیا گیا۔ نظری بنیادوں میں واضح ہوا کہ عرف تابع دلیل ہے اور قرافی، ابن قیم، ابن عابدین اور شاطبی کے ہاں عرف پر مبنی احکام ہی زمان و احوال کے ساتھ بدلتے ہیں۔ تین مطالعاتی مسائل، یعنی تعلیمِ قرآن پر اجرت، کاغذی کرنسی اور عورت کی تفریقِ نکاح، سے معلوم ہوا کہ فتویٰ میں تبدیلی نص کی نہیں بلکہ مناطِ حکم کی ہوتی ہے اور اس کے ساتھ ضرورت، حرج اور مقاصدِ شریعت کے ضوابط لازم رہتے ہیں۔ معارضات کے جواب میں یہ بات سامنے آئی کہ تغیرِ عرف کا اصول مطلق نہیں بلکہ مشروط ہے اور مفتی کا مذہب سے عدول استثنائی اور مقید ہے۔ تحقیق کا حاصل یہ ہے کہ جنوبی ایشیا کی فتویٰ روایت نے عرف کو آزاد مصدر کے بجائے ایک ضابطہ بند آلہ کے طور پر برتا، اور مستقبل میں عرف کی علمی دستاویز بندی اور اجتماعی مشاورت اس روایت کو مزید مضبوط بنا سکتی ہے۔

Bibliography

کتابیات

القرآن الکریم۔

ابن عابدین شامی، محمد امین۔ تنبیہ الرقود علی مسائل النقود۔ مشمولہ مجموعۃ رسائل ابن عابدین۔ بیروت: دار احیاء التراث العربی، س ن۔

ابن عابدین شامی، محمد امین۔ رد المحتار علی الدر المختار۔ طبع دوم۔ بیروت: دار الفکر، 1992ء۔

ابن عابدین شامی، محمد امین۔ نشر العرف فی بناء بعض الاحکام علی العرف۔ مشمولہ مجموعۃ رسائل ابن عابدین۔ بیروت: دار احیاء التراث العربی، س ن۔

ابن قیم جوزیہ، محمد بن ابی بکر۔ اعلام الموقعین عن رب العالمین۔ تحقیق مشہور بن حسن آل سلمان۔ دمام: دار ابن الجوزی، 1423ھ۔

ابن ماجہ، محمد بن یزید۔ سنن ابن ماجہ۔ تحقیق محمد فؤاد عبد الباقی۔ قاہرہ: دار احیاء الکتب العربیۃ، س ن۔

ابن نجیم، زین الدین۔ الاشباہ والنظائر علی مذہب ابی حنیفہ النعمان۔ تحقیق زکریا عمیرات۔ بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1999ء۔

ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی۔ سنن ابی داؤد۔ تحقیق شعیب الارنؤوط و محمد کامل قرہ بللی۔ بیروت: دار الرسالۃ العالمیۃ، 2009ء۔

ابو زہرہ، محمد۔ اصول الفقہ۔ قاہرہ: دار الفکر العربی، 1958ء۔

ابو سنہ، احمد فہمی۔ العرف والعادۃ فی رای الفقہاء۔ قاہرہ: مطبعۃ الازہر، 1947ء۔

احمد بن حنبل۔ مسند الامام احمد۔ تحقیق شعیب الارنؤوط۔ بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، 2001ء۔

احمد رضا خان بریلوی۔ فتاویٰ رضویہ۔ لاہور: رضا فاؤنڈیشن، 2004ء۔

بخاری، محمد بن اسماعیل۔ صحیح البخاری۔ تحقیق محمد زہیر بن ناصر الناصر۔ بیروت: دار طوق النجاۃ، 1422ھ۔

تھانوی، اشرف علی۔ الحیلۃ الناجزۃ للحلیلۃ العاجزۃ۔ کراچی: دار الاشاعت، س ن۔

تھانوی، اشرف علی۔ امداد الفتاویٰ۔ کراچی: مکتبہ دار العلوم، س ن۔

خلاف، عبد الوہاب۔ علم اصول الفقہ۔ طبع دوازدہم۔ کویت: دار القلم، 1978ء۔

ریسونی، احمد۔ نظریۃ المقاصد عند الامام الشاطبی۔ ہرنڈن: المعہد العالمی للفکر الاسلامی، 1992ء۔

زحیلی، وہبہ۔ اصول الفقہ الاسلامی۔ دمشق: دار الفکر، 1986ء۔

زرقا، مصطفیٰ احمد۔ المدخل الفقہی العام۔ دمشق: دار القلم، 1998ء۔

سیوطی، جلال الدین۔ الاشباہ والنظائر۔ بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1990ء۔

شاطبی، ابراہیم بن موسیٰ۔ الموافقات فی اصول الشریعۃ۔ تحقیق مشہور بن حسن آل سلمان۔ الخبر: دار ابن عفان، 1997ء۔

طبری، محمد بن جریر۔ جامع البیان عن تاویل آی القرآن۔ تحقیق عبداللہ بن عبدالمحسن الترکی۔ قاہرہ: دار ہجر، 2001ء۔

عثمانی، محمد تقی۔ اصول الافتاء وآدابہ۔ کراچی: مکتبہ معارف القرآن، س ن۔

عثمانی، محمد تقی۔ بحوث فی قضایا فقہیۃ معاصرۃ۔ دمشق: دار القلم، 2003ء۔

قرافی، شہاب الدین احمد بن ادریس۔ الاحکام فی تمییز الفتاویٰ عن الاحکام وتصرفات القاضی والامام۔ تحقیق عبدالفتاح ابوغدہ۔ بیروت: دار البشائر الاسلامیۃ، 1995ء۔

قرافی، شہاب الدین احمد بن ادریس۔ الفروق (انوار البروق فی انواء الفروق)۔ بیروت: عالم الکتب، س ن۔

قرضاوی، یوسف۔ عوامل السعۃ والمرونۃ فی الشریعۃ الاسلامیۃ۔ قاہرہ: دار الصحوۃ، 1985ء۔

قرطبی، محمد بن احمد۔ الجامع لاحکام القرآن۔ تحقیق احمد البردونی وابراہیم اطفیش۔ طبع دوم۔ قاہرہ: دار الکتب المصریۃ، 1964ء۔

مالک بن انس۔ الموطا۔ تحقیق محمد فؤاد عبدالباقی۔ قاہرہ: دار احیاء التراث العربی، 1985ء۔

مجلۃ الاحکام العدلیۃ۔ کراچی: نور محمد کارخانہ تجارتِ کتب، س ن۔

مرغینانی، علی بن ابی بکر۔ الہدایۃ شرح بدایۃ المبتدی۔ بیروت: دار احیاء التراث العربی، س ن۔

مسلم بن الحجاج نیشاپوری۔ صحیح مسلم۔ تحقیق محمد فؤاد عبدالباقی۔ بیروت: دار احیاء التراث العربی، س ن۔

English Sources

Government of India. *The Dissolution of Muslim Marriages Act, 1939*. Act VIII of 1939.

Hallaq, Wael B. “From Fatwas to Furu’: Growth and Change in Islamic Substantive Law.” *Islamic Law and Society* 1, no. 1 (1994): 29–65.

Kamali, Mohammad Hashim. *Principles of Islamic Jurisprudence*. 3rd ed. Cambridge: Islamic Texts Society, 2003.

Masud, Muhammad Khalid, Brinkley Messick, and David S. Powers. “Muftis, Fatwas, and Islamic Legal Interpretation.” In *Islamic Legal Interpretation: Muftis and Their Fatwas*, edited by Muhammad Khalid Masud, Brinkley Messick, and David S. Powers, 3–32. Cambridge, MA: Harvard University Press, 1996.

Masud, Muhammad Khalid. *Islamic Legal Philosophy: A Study of Abu Ishaq al-Shatibi’s Life and Thought*. Islamabad: Islamic Research Institute, 1977.

Metcalf, Barbara D. *Islamic Revival in British India: Deoband, 1860–1900*. Princeton, NJ: Princeton University Press, 1982.

Sanyal, Usha. *Devotional Islam and Politics in British India: Ahmad Riza Khan Barelwi and His Movement, 1870–1920*. Delhi: Oxford University Press, 1996.

Usmani, Muhammad Taqi. *An Introduction to Islamic Finance*. The Hague: Kluwer Law International, 2002.

Zaman, Muhammad Qasim. *The Ulama in Contemporary Islam: Custodians of Change*. Princeton, NJ: Princeton University Press, 2002.